نسخ اور علمائے اصول

حافظ عبداللہ*

قرآن کریم کی تفسیر وتاویل اور اس سے استنباط احکام کے لیے نسخ کی حقیقت اور ناسخ ومنسوخ کا علم انتہائی ضروری ہے۔ متقدمین نسخ سے کیا مراد لیتے ہیں، اور متأخرین کی اصطلاح میں اس کے کیا معنی ہیں؟ علماء اصول اور مفسرین کے اس باب میں کیا مذاہب ہیں ان تمام امور سے واقفیت حاصل کیے بغیر قرآن کریم کی تفسیر وتاویل یا اس سے استنباط واستخراج کجروی کا باعث بن سکتا ہے۔

قرآن کریم کی تفسیر وتاویل اور استنباطِ احکام میں ''علم نسخ'' کی اہمیت ہی کے پیش نظر علماء تفسیر وعلوم قرآن نے اس موضوع پر مستقل کتب تصنیف کی ہیں اور علماءِ اصول نے کتبِ اصول میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔

نسخ کے لغوی معنیٰ:

لغت میں ''نسخ'' کے معنی ۱۔نقل وتحویل ۲۔ابطال اور ۳۔ازالہ کے ہیں۔

علامہ ابن منظور افریقی نسخ کے معنی ''نقل'' بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نسخ الشيء ينسخه نسخا وانتسخه واستنسخه: أكتتبه عن معارضه التهذيب: النسخ اكتتابک كتابا عن كتاب حرفا بحرف، والأصل نسخة، والمكتوب عنه نسخة لأنه قام مقامه، والكتاب ناسخ ومنتسخ۔''(۱)

اور دوسرا معنی یعنی نسخ کے معنی ''ابطال'' بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''والنسخ: ابطال الشيء واقامة آخر مقامه۔''(۲)

''نسخ کے معنیٰ ایک چیز کو باطل کرنے اور دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کرنے کے ہیں۔''

اس کے بعد تبدیل اور ازالہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''النسخ تبديل الشيء من الشيء: وهو غيره، ونسخ الآية بالآية: إزالة مثل حكمها''(۳)

''نسخ ایک شئے کو دوسری شئے سے بدلنے کا نام ہے اس حال میں کہ دوسری شئی اول کا غیر ہو۔ اور اسی طرح آیت کو آیت سے بدل دینا، ازالہ بھی حکم میں اسی کے مثل ہے۔''

فراء اور ابوسعید کا قول نقل فرماتے ہیں:

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان۔

''مسخه الله قردا ونسخه قردا بمعنى واحد۔''(۴)

''مسخہ اللہ قردا (اللہ نے اس کو بندر کی صورت میں بدل دیا) ونسخہ اللہ قردا یہ دونوں ایک ہی معنیٰ پر محمول ہیں۔''

اور پھر فرماتے ہیں:

'' والعرب تقول: نسخت الشمس الظل وانتسخته ازالته، والمعنى أذهبت الظل وحلت محله؛۔''(۵)

''سورج نے سائے کو زائل کر دیا اور اور اس کا یہ فعل ازالۃ (ہٹانا) اس سائے کے قائم مقام ہو گیا: یعنی اس نے سایے کو ہٹا کر خود اسکی جگہ لے لی۔''

علامہ زمخشری نسخ کے معنیٰ ''نقل'' بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' نسخت كتابى من كتاب فلان وانتسخته واستنسخته بمعنى واحد، ويكون الاستنساخ بمعنى الاستكتاب (انا كنا نستنسخ).''

''میں نے اپنی تحریر کو فلاں کتاب سے نقل کیا ہے اور لفظ انتسخته واستنستخته ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، اور الاستنساخ کے معنیٰ املاء کرانے (لکھنے) کا مطالبہ کرنے کے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: (انا كنا نستنسخ)۔''

اور پھر مجازی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' ومن المجاز: نسخت الشمس الظل والشيب الشباب۔''(۶)

''سورج نے سایے کو اور بوڑھاپے نے جوانی کو زائل کر دیا۔''

گویا علامہ زمخشری کے نزدیک ''نسخ'' کے معنیٰ ''نقل'' حقیقی ہیں اور ''ازالہ'' کے معنی مجازی ہیں۔

علماء اصول کے درمیان ''نسخ'' کے معنیٰ اختلاف ہے۔ علامہ سرخسی ''نسخ'' کے معنیٰ ''نقل''، ''ابطال'' اور ''ازالہ'' بتانے کے بعد فرماتے ہیں:

'' وكل ذلك مجاز لا حقيقة، فان حقيقة النقل أن تحوّل عين الشيء من موضع الى موضع آخر ونسخ الكتاب لا يكون بهذه الصفة إذا لا يتصور نقل عين المكتوب من موضع الى موضع آخر و انما يتصور اثبات مثله فى المحل الآخر. وكذلك فى الأحكام فانه لا يتصور نقل الحكم الذى هو منسوخ الى ناسخه وانما المراد اثبات مثله مشروعا فى المستقبل أو نقل المتعبد من الحكم الأول الى الحكم الثانى. وكذلك معنى الازالة فان ازالة الحجر عن مكانه لا يعدم عينه ولكن عينه باق فى المكان الثانى، و بعد النسخ لا يبقى

الحكم الأول، ولو كان حقيقة النسخ الازالة لكان يطلق هذا الاسم على كل ما توجد فيه الازالة واحد لا يقول بذلك وكذلك لفظ الابطال فان بالنص لا تبطل الآية وكيف تكون حقيقة النسخ الابطال وقد أطلق الله تعالىٰ ذلك فى الاثبات بقوله تعالىٰ: ﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾فعرفنا أن الاسم شرعى عرفناه بقوله تعالىٰ ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا﴾ وأوجه ما قيل فيه انه عبارة من التبديل من قول القائل نسخت الرسوم: أى بدلت برسوم اخر۔''(۷)

''اور (لفظ نسخ) کا ان تمام مذکورہ معانی میں استعمال ہونا مجازاً ہے نہ کہ حقیقتاً۔ اس لیے کہ نقل کی حقیقت تو یہ ہے کہ عین ذات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پھیر دیں جبکہ نسخ الکتاب اس مفہوم سے متصف نہیں ہوتا اس لیے کہ عین مکتوب کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا متصور نہیں کیا جاتا بلکہ محل ثانی میں مثل اول کا اثبات مقصود ہوتا ہے اور اسی طرح احکام میں حکمِ منسوخ کو ناسخ کی طرف نقل کرنا متصور نہیں کیا جاتا بلکہ زمانہ مستقبل میں مثل حکم اول کے، حکم ثانی کا اثبات مراد ہوتا ہے۔ یا مکلّف کا حکمِ اول سے حکمِ ثانی کے درپے ہونا مراد ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ازالہ کے معنیٰ میں بھی (مستعمل ہونا مجاز اہے) اس لیے کہ پتھر کا ایک مکان سے زائل ہونا اس کی ذات معدوم نہیں کرنا بلکہ اس کی ذات مکان ثانی میں بھی باقی رہتی ہے جبکہ بعد النسخ حکم اول باقی نہیں رہتا۔ اور اگر نسخ کی حقیقت ازالۃ (زائل کرنا) ہوتی تو اس کا اطلاق ہر اس اسم پر ہونا چاہیے تھے جو صفت ازالۃ سے متصف ہوتا، حالانکہ کوئی بھی ایسا نہیں کہتا۔ اور اسی طرح لفظ ابطال (میں بھی مجازاً مستعمل ہے) اس لیے کہ نص کیساتھ آیت کو باطل نہیں کیا جاتا تو پھر کیسے ابطال کے معنیٰ میں نسخ حقیقی معنیٰ پر محمول ہوسکتا ہے۔ باوجود اسکے کہ حق تعالیٰ نے اثبات کے معنیٰ پر بھی اس لفظ کا اطلاق فرمایا ہے۔ تقولہ تعالیٰ ﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ پس ہم نے نسخ کے اسم شرعی کو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے جانا ہے ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا﴾ پس وہ قول زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس میں نسخ کو تبدیل کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قائل کا قول نسخت الرسوم یعنی بدلت برسوم آخر۔''

گویا علامہ سرخسی کے نزدیک ''نسخ'' کے تینوں معانی یعنی نقل، ابطال اور ازالہ مجازی ہیں نہ کہ حقیقی۔ امام غزالیؒ کے نزدیک ''نسخ'' کا لفظ ازالہ اور نقل دونوں معنی میں حقیقی ہے اور مشترک ہے۔ فرماتے ہیں:

'' فاعلم أن النسخ عبارة عن الرفع والازالة فى وضع اللسان، يقال: نسخت الشمس الظل ونسخت الريح الآثار، اذا أزالتها. وقد يطلق لارادة نسخ الكتاب، فهو مشترك ومقصودنا النسخ الذى هو بمعنى الرفع والازالة۔''(۸)

''پس جان لیجیے! کہ وضع لسانی میں نسخ ازالۃ اور رفع ہی کے نام سے معتبر ہے کہ کہا جاتا ہے کہ سورج نے سائے کو

زائل کر دیا اور ہوا نے آثار کو رفع کر دیا جبکہ وہ ان آثار کو زائل کر دے۔ اور کبھی نسخ کتاب کے ارادۃ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے پس یہ لفظ ان معانی میں مشترک ہے اور ان معانی میں سے ہمارا مقصود وہ نسخ ہے جو رفع اور ازالۃ کے معنیٰ میں ہے۔''

علامہ ابوالحسن البصری کے نزدیک نسخ کے معنی ازالہ حقیقی ہیں اور نقل کے معنی میں مجاز ہے:

'' ((النسخ)) مستعمل فی اللغة فی الازالة وفی النقل أما فی الازالة. فقولهم: (نسخت الشمس الظل) لأنه قد لا يحصل الظل فی مكان آخر، فيظن أنه انتقل اليه وقولهم: ((نسخت الريح آثارهم)) وأما فی النقل، فقولهم: ((نسخت الكتاب)) أی نقلت ما فيه الى كتاب آخر. والأشبه أن يكون مجازا فی ذلک، لأن ما فی الكتاب لم ينتقل على الحقيقة. واذا كان مجازا فيه، كان حقيقة فی الازالة. لأنه غير مستعمل فی سواهما''(۹)

''نسخ لغت میں ازالہ اور نقل دونوں معنیٰ میں مستعمل ہے بہرحال ازالہ معنیٰ میں استعمال جیسا کہ اہل لغت کا قول (نسخت الشمس الظل) اس لیے کہ کبھی انتقال حرف مظنون ہوتا ہے۔ اور جہاں تک نقل کے معنیٰ میں استعمال کا تعلق ہے۔ جیسا کہ اہل لغت کا قول (نسخت الکتاب) یعنی جو کچھ اس کتاب میں ہے میں نے اسے دوسری کتاب میں نقل کر دیا ہے۔ اور یہ شبہ زیادہ قابل التفات ہے کہ نسخ نقل کے معنیٰ میں مجاز ہو۔ اس لیے کہ جو کچھ کتاب میں ہے اسے فی الحقیقت منتقل نہیں کیا جا سکتا لہذا جب نسخ کا معنیٰ نقل میں مجاز ہونا ثابت ہو گیا تو ازالۃ کے معنیٰ میں وہ حقیقت پر محمول ہوگا، اس لیے کہ وہ ان دو معانی کے علاوہ میں مستعمل نہیں ہے۔''

قفال کی رائے یہ ہے کہ ''نقل'' کے معنی میں حقیقت ہے اور ازالہ کے معنی میں مجاز ہے۔ علامہ آمدی فرماتے ہیں:

''وذهب القفال من أصحاب الشافعی الى أنه حقيقة فی النقل والتحويل۔''(۱۰)

اصحاب شافعی میں سے قفال کی رائے کے مطابق نقل اور تحویل کے معنی میں نسخ حقیقت پر محمول رہے گا۔''

''ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن سلامہ فرماتے ہیں:

'' أعلم أن الناسخ والمنسوخ فی كلام العرب هو رفع الشيء وجاء الشرع بما تعرف العرب اذ كان الناسخ والمنسوخ يرفع حكم المنسوخ۔''(۱۱)

''جان لیجیے کہ کلام عرب میں ناسخ و منسوخ سے مراد کسی چیز کو ختم کرنا ہے اور جب شریعت نے اہل عرب کی اس مروجہ اصطلاح کو استعمال کیا تو اب اس سے مراد ناسخ کا منسوخ کے حکم کو ختم کر دینا ہے۔''

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:

''النسخ فی اللغة على معنيين:

الأول: الرفع والازالة، يقال: نسخت الشمس الظل اذا رفعت ظل الغداة بطلوعها وخلفه

ضوؤها، ومنه قوله تعالیٰ: ﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ﴾ والثانی: تصوير مثل المكتوب فی محل آخر، يقولون نسخت الكتاب، ومنه قوله تعالیٰ: ﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ واذا أطلق النسخ فی الشريعة أريد به المعنى الأول، لأنه رفع الحكم الذی ثبت تكليفه للعباد إما باسقاطه إلى غير بدل أو إلى بدل'' (۱۲)

''لفظ نسخ لغتاً دو معنوں میں مستعمل ہے: پہلا معنیٰ ختم کرنا اور زائل کرنا کے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے نسخت الشمس الظل جب سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ فجر (پہلے پہر کا دھندلکا سیاہ) کا سایہ مرتفع ہوگیا اور سورج کی روشنی نے اس سائے کا پیچھا کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی معنیٰ میں ہے ﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ﴾ اور دوسرا معنیٰ محل اول کے الفاظ کو بعینہٖ محل ثانی میں نقش کرنا ہے جیسا کہ اہل عرب کا قول نسخت الكتاب، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی معنیٰ کے قبیل میں سے ہے ﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ پس جب شریعت میں لفظ نسخ کا اطلاق کیا جاتا ہے تو اس سے معنیٰ اول مراد ہوتا ہے اس لیے کہ وہ (نسخ) مکلّف کے واسطے ثابت شدہ حکم کو ختم کر دیتا ہے پھر اس حکم کا ساقط کرنا عام ہے خواہ اس کے بدل میں کوئی دوسرا حکم لایا جائے یا نہ لایا جائے۔''

علامہ بزدویؒ کے نزدیک ''نسخ'' کے حقیقی معنیٰ ''تبدیل وازالہ'' کے ہیں اور اس ''کلمہ'' کی اصل یہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''أما النسخ فانه فی اللغة عبارة عن التبديل قال الله تعالیٰ ﴿وَ اِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ﴾ فسمی النسخ تبديلا ومعنى التبديل ان يزول شی فيخلفه غيره يقال نسخت الشمس الظل لانها تخلفه شيئا فشيئا هذا اصل هذه الكلمة وحقيقتها'' (۱۳)

''بہر حال نسخ لغت میں تبدیل کے نام سے معبر ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ: ﴿وَ اِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ﴾ پس نسخ کو تبدیل کا نام دیا گیا ہے اور تبدیل کے معنیٰ ایک چیز کا زائل ہو جانا اور دوسری چیز کا اس کے قائم مقام ہو جانا کے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے نسخت الشمس الظل کیونکہ ہر لحظہ سورج اس کا پیچھا کرتا ہے پس یہ ہی اس کلمہ کے اصلی وحقیقی معنیٰ ہیں۔''

علامہ عبدالعزیز بخاریؒ شرح اصول بزدوی میں علماء اصول کی ''نسخ'' کے لغوی معنی سے متعلق مختلف آراء تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

'' والأولى فی الشرع أن يكون بمعنى الازالة لأن نقل الحكم الذی هو منسوخ الى ناسخه لا يتصور وأما الازالة وهی الابطال والإعدام فمتصور. وذكر فی (الميزان) أنه اسم عرفی عند بعضهم فان ما هو معناه وهو الرفع والإزالة لا يتحقق فی النسخ الشرعی فكان الاستعمال عرفا فيكون الاسم منقولا كاسم الصلاة للأفعال المعهودة لما لم يكن فيها معنى

اللاسم اللغوی یکون اسما منقولا لا اسما شرعیاً فکذا هذا. وقال بعضهم: هو اسم شرعی لأن فیه معنی لغویا وهو الإزالة من وجه علی ما یذکر۔''(۱۴)

''نسخ شرعی کو ازالۃ (زائل کرنا) کے معنیٰ پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ حکم منسوخ کا ناسخ کی طرف نقل کرنا متصور نہیں کیا جاتا۔ اور جہاں تک ازالۃ کے معنیٰ پر محمول کرنے کا تعلق ہے تو اس سے مراد ابطال و معدومیت ہے لہذا یہ مفہوم عرف عام میں متصور ہے۔ اور کتاب المیز ان میں بعض حضرات کی رائے کے مطابق اسے اسم عرفی کا نام دیا گیا ہے اس لیے کہ اس کے معانی رفع اور ازالہ نسخ شرعی میں مستحقق نہیں ہوتے۔ پس اسکا استعمال عرفی ہوا، لہذا اس کا اسم منقول ہونا ثابت ہو گیا جیسا کہ معروف افعال کے لیے صلاۃ کا نام، اس لیے کہ جب اس میں اسم لغوی کے معنیٰ باقی نہ رہے تو وہ اسم منقول بن گیا نہ کہ اسم شرعی، پس اسی طرح سے اسکا معاملہ ہے جبکہ بعض حضرات کی رائے کے مطابق وہ اسم شرعی ہے اس لیے کہ اس میں لغوی معنیٰ موجود ہے اور وہ لغوی معنیٰ ''ازالۃ'' کے ہیں جیسا کہ اس صورت کو ذکر کیا جا چکا۔''

امام رازیؒ ''نسخ'' کے حقیقی معنیٰ ''ازالہ'' کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' أن النقل أخص من الزوال، لأنه حیث وجد النقل فقد عدمت صفة، و حصلت صفة أخری. فإذن مطلق العدم أعم من عدم یحصل عقیبه شئی آخر، واذا دار اللفظ بین العام والخاص. کان جعله حقیقة فی العام أولی من جعله حقیقة فی خاص، علی ما تقدم تقریره فی کتاب اللغات. والله اعلم۔''(۱۵)

''بے شک نقل، ازالہ کی نسبت خاص ہے اس لیے کہ جہاں نقل پائی جاتی ہے وہاں ایک صفت معدوم ہوتی تو دوسری صفت خاص حاصل ہو جاتی ہے، پس چونکہ عدم مطلق اس عدم کی بالنسبت عام ہوتا ہے جس کی نیابت کا حصول ممکن ہو۔ اور (قاعدہ یہ ہے کہ) جب کوئی لفظ عام و خاص کے مابین گھوم رہا ہو تو اس کے عمومی معنیٰ کو حقیقت پر محمول کرنا اولیٰ ہے بجائے اس کے کہ معنیٰ خاص کو حقیقت کا درجہ دیا جائے۔ اس اصول کی بنیاد اس تقریر پر ہے جو کتاب اللغات میں گزر چکی ہے۔ واللہ اعلم۔''

علامہ آمدی علماء اصول کی نسخ کے لغوی معنی سے متعلق مختلف آراء نقل کرنے اور ان پر جرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

'' واذا تعذر ترجیح أحد الأمرین مع صحة الإطلاق فیهما، کان القول بالاشتراک أشبه، اللهم إلا أن یوجد فی حقیقة النقل خصوص تبدل الصفة الوجودیة بصفة وجودیة فیکون النقل أخص. ومع هذا کله، فالنزاع فی هذا لفظی لا معنوی۔''(۱۶)

''اور جب ان دونوں الفاظ کو صحت اطلاق پر باقی رکھتے ہوئے کسی ایک کو ترجیح دینا مشکل ہو گیا تو اشتراک والا

قول زیادہ مناسب ٹھہرا۔''

ڈاکٹر مصطفیٰ زید اپنے تحقیقی مقالہ ''النسخ فی القرآن الکریم'' میں لفظ نسخ سے متعلق علماء اصول، مفسرین اور علماء علوم القرآن کی آراء نقل کرتے ہیں اور پھر عہد نامہ قدیم میں نسخ کا عبرانی مترادف اور اس کے استعمالات اور قرآن کریم میں جواز نسخ سے متعلق آیات پر مفصل بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

'' واخیرا، لعل فیما استأنسنابه لترجیح أن الإزالة هی المعنی الذی یدل علیه النسخ بأصل وضعه. ما یحسم ذلک الخلاف الذی حکاه ابن فارس فی مقاییس اللغة، فقد وضح منه أن قیاس النسخ رفع شئی واثبات غیره مکانه. أما نقل شئی الی شئی. فهو مجاز عنه۔''(۱۷)

''آخر میں، ہم نے (نظائر ولائل) کی طرف رجوع کیا ہے تاکہ نسخ کے اصلِ وضع کے اعتبار سے ازالہ کرنا کے معنی کو ترجیح دی جائے۔''

متقدمین کے نزدیک نسخ کا مفہوم:

نسخ کی اصطلاحی تعریف سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ متقدمین خصوصاً صحابہ وتابعین کے نزدیک نسخ کا مفہوم کیا تھا۔

متقدمین اور خصوصاً صحابہ وتابعین نسخ کو انتہائی وسیع معنوں میں استعمال کرتے تھے ان کے دور میں نسخ کے معنوں میں نہایت وسعت اور ہمہ گیری تھی۔ اس وقت تک اسلامی علوم وفنون کی تدوین نہیں ہوئی کہ مختلف امور کی مختلف حیثیات کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ اصطلاحیں وضع کی جائیں اس لیے معنی عام کی تخصیص، مجمل آیات کی تشریح، مطلق کی تقیید اور کسی حکم کلی سے استثناء کر دینے کو بھی نسخ سے تعبیر کیا جاتا تھا کیونکہ اس دور میں عام، خاص، مطلق، مقید، مجمل، مبین، مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کی اصطلاحیں موجود نہیں تھیں اس کے علاوہ اس زمانہ میں قرآن کریم کی وہ آیتیں بھی ناسخ ہی سمجھی جاتی تھیں جن میں انسان کے اخلاق وعادات، رسم ورواج اور قدیم مذاہب کے مسخ شدہ مسائل کی اصلاح کی گئی۔ اس زمانہ میں متقدمین سلف نے ان تمام مطالب کے لیے قرآن مجید کی اس آیت

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا﴾ (۱۸)

سے صرف ایک اصطلاح نسخ وضع کر لی تھی اور صرف یہی ایک اصطلاح ہر موقع پر استعمال کی جاتی تھی۔ آثارِ صحابہ کرامؓ اور اقوال تابعین میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں جن میں ان مختلف مطالب کے لیے صرف لفظ نسخ استعمال کیا گیا ہے۔ سلف کے کلام کے استقراء وتتبع کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے ہاں نسخ کا مذکورہ بالا مفہوم ہی تھا۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

'' وذلک أن الذی یظهر من کلام المتقدمین أن النسخ عندهم فی الاطلاق أعم منه فی کلام

الأصوليين فقد يطلقون على تقييد المطلق نسخا، وعلى تخصيص العموم بدليل متصل أو منفصل نسخا، وعلى بيان المبهم والمجمل نسخا، كما يطلقون على رفع الحكم الشرعي بدليل شرعي متأخر نسخا، لأن جميع ذالک مشترک فی معنی واحد، وهو أن النسخ فی الاصطلاح المتأخر. اقتضى أن الامر المتقدم غير مراد فی التكليف، وانما المراد ما جیء به آخراً، فالأول غير معمول به والثانی هو المعمول به. وهذا المعنی جار فی تقييد المطلق فان المطلق متروک الظاهر مع مقيده، فلا اعمال له فی اطلاقه، بل المعمل هو المقيد فكان المطلق لم يفد مع مقيده شيئا، فصار مثل الناسخ والمنسوخ. وكذلک العام مع الخاص، اذ كان ظاهر العام يقتضی شمول الحكم لجميع ما يتناوله اللفظ، فلما جاء الخاص أخرج حكم ظاهر العام عن الاعتبار، فأشبه الناسخ والمنسوخ، الا أن اللفظ فلما جاء الخاص أخرج حكم ظاهر العام عن الاعتبار، فأشبه الناسخ والمنسوخ، الا أن اللفظ العام لم يهمل مدلوله جملة، وانما أهمل منه ما دل عليه الخاص، وبقی السائر على الحكم الأول، والمبين مع المبهم كالمقيد مع المطلق، فلما كان كذلک استسهل اطلاق لفظ النسخ فی جملة هذه المعانی، لرجوعها الی شئی واحد۔''(۱۹)

''متقدمین کی کلام سے جو ظاہر ہوتا ہے اس کے مطابق متقدمین کے ہاں نسخ کا اطلاق ومفہوم متاخرین کی بانسبت عام ہے چنانچہ وہ مطلق کی تقیید، عام کی تخصیص خواہ تخصیص دلیل متصل سے ہو یا منفصل سے ہو اور مبہم ومجمل کے بیان پر بھی اسی طرح نسخ کا اطلاق کرتے ہیں جیسا کہ وہ ایک حکم شرعی کو مابعد دلیل شرعی کی بنیاد پر منسوخ ہونے پر کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ تمام معنیٰ واحد میں مشترک ہیں وہ اس طرح سے کہ اصطلاح متاخر میں نسخ امر متقدم کی معدومیت اور امر آخر کی تکلیف پر مہر ثبت کرتا ہے۔ پس اول غیر معمول بہ اور ثانی معمول بہ کہلاتا ہے۔ لہذا یہی معنیٰ مطلق کی تقید میں بھی پائے جاتے ہیں کیونکہ بوجہ قید مطلق کا ظاہر متروک ہو جاتا ہے اور اس کے اطلاق پر عمل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ مقید پر عمل کیا جاتا ہے اور مطلق بوجہ قید اپنے اطلاق کا کوئی فائدہ نہیں دے پاتا تو گویا وہ اس معاملہ میں ناسخ ومنسوخ کی مانند ٹھہرا۔

اور اسی طرح عام بوجہ خاص کے اس لیے کہ عام کا ظاہر لفظ کے شمول کے جمیع افراد کو حکم میں شامل کرنے کا تقاضہ کرتا ہے پس جب خاص آ جائے تو وہ عام کو ظاہری حکم سے خارج کر دیتا ہے لہذا اس مفہوم میں عام بھی ناسخ ومنسوخ کے متشابہ ہو گیا۔ جان لیجیے کہ لفظ عام اپنے مدلول کو یکبارگی کے ساتھ نہیں چھوڑتا مگر سوائے ان افراد کے، کہ جن پر خاص دلالت کرتا ہے اور باقی ماندہ افراد حکم اول پر باقی رہتے ہیں، مبین مع المبہم اس معاملہ میں مقید مع المطلق کی طرح ہے۔ پس جب معاملہ ایسے ہے تو ان تمام معانی میں نسخ کا اطلاق کرنا آسان ہو گیا اس لیے کہ یہ

تمام معانی (نتیجتاً) ایک ہی انجام کی طرف لوٹتے ہیں۔''

علامہ شاطبیؒ کی مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ متأخرین کے نزدیک نسخ کا مفہوم ''رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی متأخر نسخا'' ہے اور متقدمین جب ''نسخ'' کی اصطلاح استعمال کرتے تھے تو صرف اس معنیٰ میں نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے وسیع معنوں میں استعمال کرتے تھے۔

علامہ شاطبیؒ متقدمین کے نزدیک نسخ کے مذکورہ بالا مفہوم کی وضاحت کے لیے متعدد مثالیں ذکر فرمائی ہیں جن میں چند ایک ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔علامہ شاطبی فرماتے ہیں:

'' ولا بد من أمثلة تبين المراد: فقد روى عن ابن عباس أنه قال فى قوله تعالىٰ: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ﴾ انه ناسخ لقوله تعالىٰ: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ﴾ وعلى هذا التحقيق تقييد المطلق، اذا كان قوله: (نُؤْتِهٖ مِنْهَا) مطلقاً ومعناه مقيد بالمشيئة''(۲۰)

''اس دعویٰ (مراد) کو ثابت کرنے کے لیے چند مثالوں کا ذکر کرنا ضروری ہے: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قولہ تعالیٰ ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ﴾ یہ آیت ناسخ ہے اس فرمان باری تعالیٰ کے لیے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ﴾ تو اس طرح سے مطلق کو مقید کر دیا گیا چونکہ قول باری تعالیٰ (نُؤْتِهٖ مِنْهَا) مطلق تھا تو اسے مشیت کی قید لگا کر مقید کر دیا گیا۔''

مذکورہ مثال میں پہلی آیت جس کو ناسخ کہا گیا ہے ''مشیت'' کی قید سے مقید جب کہ دوسری آیت جس کو منسوخ کہا گیا ہے مطلق ہے یعنی جس میں ''مشیت'' کی قید نہیں ہے۔اب پہلی آیت نے دوسری آیت کے اطلاق کی تقیید کر دی اس بنا پر متقدمین اس کے لیے ''نسخ'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں، جبکہ متأخرین کے نزدیک یہ اصطلاحی نسخ نہیں ہے بلکہ تقید المطلق ہے۔

دوسری مثال علامہ شاطبیؒ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وقال فى قوله﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ. الى قوله: وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ هو منسوخ بقوله: ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ الآية! قال مكى: وقد ذكر عن ابن عباس فى أشياء كثيرة فى القرآن فيها حرف الاستثناء أنه قال (منسوخ) قال وهو مجاز لا حقيقة، لأن المستثنى مرتبط بالمستثنى منه، بينه حرف الاستثناء أنه فى بعض الأعيان الذين عمهم اللفظ الأول: والناسخ منفصل عن المنسوخ رافع لحكمه، وهو بغير حرف. هذا ما قال: ومعنى ذلك أنه تخصيص للعموم قبله، ولكنه أطلق عليه لفظ النسخ، إذ لم يعتبر فيه الاصطلاح الخاص۔''(۲۱)

''اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں بیان کیا ﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ الخ﴾ یہ منسوخ ہے اس قول باری تعالیٰ سے ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ﴾ مکی بیان کرتے ہیں کہ تفسیر القرآن میں ابن عباسؓ سے اس حوالہ سے بہت سی اشیاء مذکور ہیں جن میں سے ایک حرف استثناء بھی ہے اور وہ اسے منسوخ سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ بعض حضرات اسے حقیقت کی بجائے مجاز پر محمول کرتے ہیں اس لیے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کے ساتھ اسطرح مربوط ہوتا ہے کہ ان کے درمیان صرف حرف استثناء ہی کا فاصلہ ہوتا ہے اور بہت سے مواقع ایسے ہیں کہ جن پر لفظ مذکور (مجاز) کا ہی اطلاق ہوسکتا ہے جبکہ ناسخ، منسوخ سے فاصلہ پر آتا ہے کیونکہ اس کا مقصد منسوخ کے حکم کو معدوم کرنا ہے اور وہ بغیر کسی حرف (استثناء وغیرہ) کے آتا ہے، یہ جو کہا گیا ہے اس کا مفہوم و معنیٰ یہ ہے کہ یہ ماقبل مذکور عموم کی تخصیص ہے لیکن اس پر لفظ نسخ کا اطلاق کیا جاسکتا ہے چہ جائکہ اس میں خاص اصلاح شرعی کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔''

اس مثال میں ناسخ مستثنیٰ ہے اور منسوخ مستثنیٰ منہ کو کہا گیا ہے جب کہ جمہور اصولیین اس کو تخصیص العام کہتے ہیں اور حنفی اصولیین اس کو تخصیص العموم بھی نہیں کہتے بلکہ محض استثناء کہتے ہیں اس لیے کہ مستثنیٰ منہ دار مستثنیٰ باہم مربوط ہوتے ہیں۔

علامہ شاطبیؒ تیسری مثال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وقال فی قوله تعالیٰ: ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ انه منسوخ بقوله: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ﴾ الآية وليس من الناسخ والمنسوخ فی شئی غير أن قوله: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ يثبت أن البيوت فی الآية الأخرى انما يراد بها المسكونة۔'' (۲۲)

''اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوتًا الخ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ یہ منسوخ ہے اس قول باری تعالیٰ سے ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ الخ﴾ اور یہاں ناسخ و منسوخ کے مابین ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ کے علاوہ کچھ مذکور نہیں ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ پہلی آیت میں بیوت سے مراد بیوت مسکونۃ ہیں۔''

حالانکہ یہاں بھی صرف اتنی وضاحت کی گئی ہے کہ پہلی آیت میں بیوت سے مراد بیوت مسکونۃ یعنی آباد مکان ہیں اور دوسری آیت میں ''بیوت غیر مسکونۃ'' یعنی غیر آباد مکانوں کا ذکر ہے۔

اجازت کا تعلق بیوت مسکونۃ سے ہے جب کہ عدم اجازت کا تعلق بیوت غیر مسکونۃ سے ہے۔ متاخرین کے نزدیک دونوں آیتیں محکم ہیں یعنی دونوں اپنی اپنی جگہ نافذ ہیں پہلی آیت میں آباد مکان میں بلا اجازت داخل ہونے کی ممانعت ہے اور دوسری آیت میں غیر آباد مکان میں بلا اذن داخلہ کی اجات دی گئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوسری آیت پہلی آیت کی مخصص ہے۔

علامہ شاطبیؒ اس کے بعد بیان مبہم یا مجمل کی مثال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وقال فی قوله تعالیٰ: ﴿ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾ منسوخ بقوله: ﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ وانما ذلک بیان لمبهم فی قوله (لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ)''(۲۳)

''قول باری تعالیٰ ﴿قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾منسوخ ہے اس فرمان باری تعالیٰ سے ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ الخ﴾ اس لیے کہ یہ پہلے قول (لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ) کے ابہام کا بیان ہے۔''

اس مثال میں بھی مسوخ آیت مجمل یا مبہم ہے اور ناسخ آیت اس کا بیان ہے لیکن متقدمین اس پر بھی نسخ ہی کا اطلاق کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت قتادہؓ کے نزدیک مدخولہ عورت کی عدت کے متعلق جو آیت ہے منسوخ ہے اور اس کی ناسخ وہ آیت ہے جس میں غیر مدخولہ عورت کے لیے جداگانہ حکم آیا ہے اور اسی طرح وہ آیت جس میں آئسہ صغیرہ اور حاملہ عورت کی عدت بیان کی گئی ہے۔ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

''وقال قتاده أیضا فی قوله: ﴿ وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ﴾ إنه نسخ من ذلک التی لم یدخل بها، بقوله: ﴿ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ﴾ والتی یئست من المحیض والتی لم تحض بعد والحامل، بقوله: ﴿وَّالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ...اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾''(۲۴)

''حضرت قتادہؓ کے ہاں بھی یہ قول باری تعالیٰ ﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ الخ﴾ غیر مدخول بہا کے حکم پر مشتمل اس آیت باری تعالیٰ سے منسوخ ہے ﴿فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ الخ﴾ اور اسی طرح اس آیت سے بھی جو حاملہ اور آئیسہ کے احکام پر مشتمل ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ﴿وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ الخ﴾''

حالانکہ متأخرین کی اصطلاح میں یہ نسخ نہیں بلکہ تخصیص ہے اور خود حضرت قتادہؓ کے نزدیک بھی ہر آیت کا حکم اپنی اپنی جگہ قابل عمل ہے۔ امام شاطبیؒ متقدمین کے نزدیک نسخ کے مفہوم کی وضاحت کے سلسلہ میں متعدد مثالیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''والامثلة هنا کثیرة توضح لک ان مقصود المتقدمین باطلاق لفظ النسخ بیان ما فی تلقی الأحکام من مجرد ظاهره إشکال وإیهام لمعنی غیر مقصود للشارع فهو أعم من إطلاق الأصولیین، فلیفهم هذا۔''(۲۵)

''یہاں ذکر کردہ مثال مخاطب کی تشفی کے لیے کافی ہیں یہ کہ لفظ نسخ کے اطلاق سے متقدمین کا مقصود ان وجوہات کو بیان کرنا ہے جو احکام کو ظاہری اشکال اور معنوی ابہام جو کہ شارع کے ہاں غیر مقصود ہوتا ہے، کی وجہ سے پیش آتی ہیں، پس اطلاق النسخ عند المتقدمین بہ نسبت اصولیین کے عام ہے۔ فلیفهم هذا۔''

امام شاطبیؒ کی طرح امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بھی نسخ کے بارے میں متقدمین اور متاخرین کا فرق انتہائی وضاحت سے بیان فرمایا ہے اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اسی اصطلاحی فرق کی وجہ سے ہی قرآن کریم کی منسوخ آیات کی تعداد میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ متقدمین کی اصطلاح کے مطابق یہ تعداد بہت کم ہو جاتی ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں فرماتے ہیں:

''از مواضع صعبه در فن تفسير كه مباحث آن بسيارست واختلاف درينجا بے شمار معرفت ناسخ ومنسوخ ست واقوى وجوه صعبه اختلاف اصطلاح متقدمين و متاخرين ست دريں باب آنچه از استقراء كلام صحابه وتابعين معلوم مى شود آن ست كه ايشان نسخ را استعمال مى گردند بازاء معنى لغوى كه ازاله چيزے ست به چيزے نه بازائى مصطلحه اصوليان پس معنى نسخ نزديک ايشان ازاله بعض اوصاف آيتے است بآيت ديگر خواه انتهائے مدت عمل باشد يا صرف كلام از معنى متبادر بغير متبادر يا ابيان اتفاقى بودن قيدى يا تخصيص عامى يا بين فارق درميان منصوص وآنچه مقيس بر آن ست ظاهر يا ازاله عادت جاهليت يا شريعت سابقه باب نسخ نزديک ايشان اب واسع آمد وعقل را در آنجا جولائى شده واختلاف را گنجائش ولهذا عدد آيات منسوخه بپا نصد رسانيده اندر واگر نيک بشگافى غير محصور ست اما انچه باصلاح متاخرين منسوخ ست عدد قليل بيش نيست۔''(۲۶)

شاہ صاحب کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ متقدمین نسخ کو اس کے لغوی معنی ''ازالہ'' میں استعمال کرتے تھے نہ کہ متاخرین اصولیین کے اصطلاحی معنی میں ان کے نزدیک ایک آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ کسی دوسری آیت سے کرنے کا نام نسخ ہے۔ یہ ازالہ اوصاف عام ہے اس کی درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ انتہائے مدتِ عمل کا بیان

''خیر کثیر'' میں اس کو ''انتہائے مدت حکم کا بیان'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۔ کلام کے متبادر معنی کو غیر متبادر معنی کی طرف پھیرنا۔

۳۔ قید اتفاقی کا بیان۔

۴۔ عام کی تخصیص۔

۵۔ منصوص اور بظاہر قیاس کیے ہوئے مسئلہ کے درمیان فرق کا بیان۔

۶۔ زمانہ جاہلیت کی عادت کا ازالہ۔

۷۔ سابقہ شریعت کا ازالہ۔

''خیر کثیر'' میں ایک اور کا اضافہ فرماتے ہیں۔

۸۔ اس باب کا بیان کہ مفہوم موافق یا مفہوم مخالف مراد نہیں۔(۲۷)

یہی وجہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک ''نسخ'' کا باب انتہائی وسیع تھا اور اس میں عقل کے لیے گنجائش کافی تھی۔اسی لیے سلف کے ہاں منسوخ آیات کی تعداد بہت زیادہ تھی جبکہ مذکورہ صورتوں سے متاخرین کے ہاں صرف بیان انتہائے مدت حکم کی صورت ہی ''نسخ'' کہلاتی ہے۔جس کی بنا پر منسوخ آیات کی تعداد کم ہو کر انتہائی قلیل ہوگئی۔بقیہ صورتوں کے لیے علماء اصول کے ہاں مستقل اصطلاحات ہیں جن کے ذریعہ وہ نسخ اور ان کے درمیان امتیاز کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ زید فرماتے ہیں:

"وهكذا كان الصحابةؓ، والتابعون من بعدهم– يرون ان النسخ هو مطلق التغيير الذى يطرأ على بعض الأحكام، فيرفعها ليحل غير ها محلها، أو يخصص ما فيها من عموم، أو يقيد ما فيها من اطلاق. سواء أكان النص الناسخ عندهم متصلا بالنص المنسوخ، كما فى الاستثناء، والتقييد، أم كان منفصلا عنه متأخرا فى النزول كما فى رفع الحكم السابق كله (وهو النسخ عند جميع الفقهاء والاصوليين)، وكما فى رفع الحكم عن بعض ما يشمله العام اذا تأخر نزول المخصص (وهو النسخ الجزئى عند الحنفية)" (۲۸)

''اور اسی طرح صحابہ کرامؓ اور اور ان کے بعد تابعین نسخ کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہیں کہ وہ مطلقاً (حکم کا) تبدیل ہونا ہے۔جو بعض احکام پر صادر ہوتا ہے۔پس (جب نسخ کسی حکم پر وارد ہوتا ہے) تو وہ اس حکم کو رفع کر دیتا ہے تاکہ اس کی جگہ کوئی دوسرا حکم لے سکے۔یا عموم میں خاص کو کرتا ہے یا مطلق کو مقید کرتا ہے۔چاہے ناسخ منسوخ نص سے متصل ہو، جیسا کہ استثناء اور تقید میں ہوتا ہے اس لیے یا منفصل ہو، نزول میں متاخر ہو جیسا کہ سابق حکم کے کلی رفع کے معاملے میں ہوتا ہے (جمہور فقہاء اور اصولیین کے نزدیک نسخ صرف یہی ہے) اور جیسا کہ عام کے بعض افراد سے حکم کا رفع ہونا ہے جب کہ مخصص کا نزول موخر ہو (حنفیہ کے نزدیک یہ نسخ جزئی ہے۔''

متأخرین کے نزدیک نسخ کا مفہوم:

امام شافعیؒ کی تصنیف ''الرسالہ'' میں سب سے پہلے نسخ کے اصطلاحی معنی - جو بعد میں اصولیین نے اختیار کیے - کو نسخ کے دیگر اطلاقات مثلاً تخصیص العام، تقیید المطلق، تفصیل المجمل وغیرہ جو متقدمین خصوصاً صحابہ کرامؓ و تابعین کے دور میں عام تھے، سے ممیّز کر کے بیان کیے گئے۔ امام شافعیؒ نے اگرچہ بعد کے اصولیین کی طرح نسخ کی باقاعدہ منطقی تعریف نہیں فرمائی لیکن ''الرسالہ'' میں نسخ سے متعلق دو متفرق مقامات پر ایسی عبارات ملتی ہیں جن کا مدلول وہی معلوم ہوتا ہے جو اصولیین کے اصطلاحی نسخ کا مفہوم ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

'' ومعنى (نسخ) ترك فرضه- كان حقا في وقته و تركه حقا إذا نسخه الله''(۲۹)

''نسخ کے معنیٰ ایسے فرض کو ترک کرنے کے ہیں جس پر عمل کرنا ضروری تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا ہے تو اب اسے ترک کرنا ضروری ہے۔''

اس جملہ میں امام شافعیؒ نے واضح فرمایا کہ نسخ کے معنی ''ترک'' کے ہیں یعنی ایک فرض جو اپنے وقت میں حق تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرما دیا تو اب اس کا ترک حق ہو گیا۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

'' وليس ينسخ فرض أبدا إلا أثبت مكانه فرض. كما نسخت قبلة بيت المقدس فأثبت مكانها الكعبة- وكل منسوخ في كتاب وسنة هكذا۔''(۳۰)

''ہمیشہ جب بھی کسی فرض کو منسوخ کیا جاتا ہے تو دوسرے فرض کو اس کی جگہ ثبت کر دیا جاتا ہے جیسا کہ بیت المقدس کے قبلہ ہونے کو منسوخ کر کے خانہ کعبہ کو بطور قبلہ اس کے قائم مقام قرار دینا چنانچہ کتاب وسنت میں تمام منسوخات کے ساتھ یہ ہی اسلوب رکھا گیا ہے۔''

اس عبارت میں امام شافعیؒ واضح فرماتے ہیں کہ کوئی فرض ایسا نہیں ہے جس کے منسوخ ہونے کے بعد اس کے مقام پر دوسرا فرض مقرر نہ کیا گیا ہو۔ مثلاً بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ کیا گیا تو اس کی جگہ کعبۃ اللہ کو قبلہ مقرر کیا گیا چنانچہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ہر منسوخ کا یہی حال ہے۔

ان دونوں عبارات کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخ ایسا ترک یا رفع ہے جو اثبات کو لازم کرتا ہے۔ یعنی اگر ایک فرض یا حکم ترک کیا گیا تو لازماً اس کی جگہ دوسرا فرض یا حکم نازل کیا گیا۔ چنانچہ ان عبارات کا وہی مدلول ہے جو اصولیین کی نسخ

کی اصطلاحی تعریف سے مفہوم ہو رہا ہے۔

"رفع الحكم الشرعي بدليل شرعي متأخر۔"(۳۱)

''کسی حکم شرعی کا مابعد دلیل شرعی کی بنیاد پر ختم کر دینا۔''

اس کے ساتھ ہی اگر تخصیص سے متعلق امام شافعیؒ کے نقطہ نظر کو سامنے رکھا جائے تو انہوں نے ''الرسالہ'' ہی کے باب ''الفرائض التی انزل الله نصًا '' میں بیان کیا ہے تو یہ امر مزید واضح ہو جاتا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک نسخ سے مراد حکم اول کا مکمل رفع ہے۔

امام صاحب تخصیص کی مثال میں آیت حد قذف:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (۳۲)

اور آیت لعان:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ. وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ. وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ. وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾(۳۳)

بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"فلما فرق الله بين حكم الزوج والقاذف سواه، فحد القاذف سواه، الا أن يأتي باربعة شهداء على ما قال، وأخرج الزوج باللعان من الحد. دل ذلك على أن قذفة المحصنات، الذين اريدوا بالجلد: قذفة الحرائر البوالغ غير الازواج. وفي هذا الدليل على ما وصفت، من أن القرآن عربي، يكون منه ظاهره عام، وهو يراد به الخاص، لا أن واحدة من الآيتين نسخت الاخرى، ولكن كل واحدة منهما على ما حكم الله به، فيفرق بينهما حيث فرق الله، ويجمعان حيث جمع الله۔"(۳۴)

''جب اللہ تعالیٰ نے زوج اور قاذف کے حکم میں فرق فرمایا کہ تہمت لگانے والا (قاذف) چار گواہ اپنے دعویٰ کے حق میں لائے اور زوج کو لعان کے ذریعے حد قاذف سے خارج کر دیا یہ اس بات پر دلیل ہے کہ پاک باز عورتوں پر تہمت جسکا نتیجہ (سزا) کوڑے ہے وہ تہمت ہے جو ایسی آزاد بالغ عورتوں پر لگائی گئی ہو (لگانے والے

کی) جو بیویاں نہ ہوں جو میں نے بیان کیا اس پر یہ دلیل ہے۔ قرآن عربی ہے اس کا ظاہر عام ہوسکتا ہے اور لیکن اس سے مراد خاص ہوگی۔ نہ کہ یہ لازمی ہے کہ دو آیتوں میں سے ایک نے دوسری کو منسوخ کر دیا۔ ان دونوں میں سے ہر آیت اللہ کے دیے گئے حکم پر قائم رہے گی اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرق فرمایا ہے اسطرح ان دونوں میں فرق کیا جائے گا اور جمع وتطبیق کی جائے گی جیسا کہا اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا۔''

حاصل اس کا یہ ہے کہ آیت لعان اگر چہ مخصص منفصل ہے لیکن امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق آیت حد قذف کی تخصیص ہی ہے نہ کہ نسخ جزئی جو حنفی اصولیین کا نقطہ نظر ہے۔ لہذا امام شافعیؒ کے نزدیک ''نسخ'' سے مراد حکم اول کا مکمل رفع ہے۔ امام شافعیؒ نے ''الرسالہ'' میں نسخ کی جو متعدد مثالیں بیان کی ہیں اس سے آپ کے نقطہ نظر کی وضاحت ہو جاتی ہے۔(۳۵)

امام شافعیؒ کے بعد آنے والے علماء اصول نے ''نسخ'' کے اسی مفہوم کو جو ''الرسالہ'' میں بیان کیا گیا، باقاعدہ منطقی تعریف کرنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے ''نسخ'' ان دیگر اطلاعات سے جو متقدمین کے ہاں عام تھے، سے اس طرح ممیز ہوگیا کہ نسخ کا مفہوم حکم اول کا حکم ثانی سے رفع کلی ہی اصطلاحی معنی قرار پایا۔ سوائے حنفی اصولیین کے کہ جن کے نزدیک مخصص منفصل ''نسخ'' ہی کی صورت ہے۔

علماءِ اصول اور نسخ کی اصطلاحی تعریف:

''نسخ'' کی اصطلاحی تعریف میں علمائے اصول کے مختلف اقوال ہیں۔

علامہ جصاصؒ فرماتے ہیں:

''والنسخ فی الشریعة هو بیان مدة الحکم الذی کان فی توهمنا و تقدیرنا جواز بقائه، فتبین لنا أن ذلک الحکم مدته الی هذه الغایة، ولم یکن قط مرادا بعدها۔''(۳۶)

''شریعت میں نسخ سے مراد حکم کی مدت کا بیان ہے اگر چہ ہمارے خیال اور اندازے کے مطابق اس کے باقی رہنے کا امکان ہے۔ تو اللہ جل شانہ نے بیان فرمادیا کہ اس حکم کی مدت کی انتہاء یہ تھی اور اس (مدت) کے بعد (اس پر عمل) بالکل مطلوب نہیں ہے۔''

علامہ بزدویؒ فرماتے ہیں:

''هو فی حق صاحب الشرع بیان محض لمدة الحکم المطلق الذی کان معلوما عند الله تعالیٰ الا انه اطلقه فصار ظاهره البقاء فی حق البشر فکان تبدیلا فی حقنا۔''(۳۷)

''یہ صاحب شریعت کے حق میں مطلق حکم کے مدت کا بیان ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ معلوم تھا

کہ اس نے اس حکم کو مطلق رکھا ہے اور اس کا ظاہر انسان کے حق میں حکم کے باقی رہنے کا امکان بتاتا ہے لیکن (فی الاصل) اس کا تبدیل ہونا ہمارے حق میں تھا۔''

علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

''فكان النسخ بيانا لمدة الحكم المنسوخ في حق الشارع وتبديلا لذلك الحكم بحكم آخر في حقنا على ما كان معلوما عندنا لو لم ينزل الناسخ۔''(۳۸)

''نسخ شارع کے نزدیک منسوخ حکم کی مدت کے بیان کو کہا جاتا ہے اور ہمارے حق میں یہ اس قسم کی تبدیلی کسی دوسرے حکم سے ہے اگرچہ ہمارے ہاں یہ اس کے سابقہ حکم کا یقینی (جاری) ہونا متعین تھا اگر یہ ناسخ آیت نہ نازل ہوتی۔''

ابوالحسین بصری فرماتے ہیں:

''قول صادر عن الله عزوجل، أو منقول عن رسول اللهﷺ، أوفعل منقول عن رسوله يفيد إزالة مثل الحكم الثابت بنص صادر عن الله، أو بنص أو فعل منقولين عن رسوله، مع تراخيه عنه، على وجه لولاه لكان ثابتاً۔''(۳۹)

''اللہ عزوجل سے صادر ہونے والا قول یا رسول اللہﷺ سے منقول کوئی قول یا فعل جو اپنی مثل اللہ تعالیٰ سے صادر ہونے والی کسی نص سے ثابت حکم کے ازالہ کا فائدہ دے یا رسول اللہﷺ سے منقول نص یا فعل بشرطیکہ وہ اس سے بعد میں ہو اس وجہ سے کہ اگر وہ بعد والی نص نہ ہو تو یہ تو پہلا حکم ثابت تھا۔''

علامہ جوینیؒ فرماتے ہیں:

''هو اللفظ الدال على ظهور انتفاء شرط دوام الحكم الأول۔''(۴۰)

''یہ وہ لفظ ہے جو پہلے حکم کے دوام کی شرط کے خاتمہ کے ظہور پر دلالت کرتا ہے۔''

علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

''حد النسخ أن بيان انتهاء زمان الأمر الاول فيما لا يتكرر۔''(۴۱)

''نسخ کی تعریف یہ ہے کہ یہ پہلے حکم کی مدت کی انتہاء کا بیان ہے۔''

قاضی ابوالولید الباجی فرماتے ہیں:

''فاما النسخ فهو إزالة الحكم الثابت بالشرع المتقدم بشرع متأخر عنه لولاه لكان ثابتاً۔''(۴۲)

''جہاں تک نسخ کا تعلق ہے یہ تشریع اول (نص اول) سے ثابت حکم کو تشریع متاخر (نصِ ثانی) کے ذریعے زائل کرنا ہے کیونکہ اگر یہ نہ ہوتی تو یہ حکم برقرار رہتا۔''

قاضی ابوبکر الباقلانی، امام غزالیؒ، امام ابواسحاق شیرازی اور اکثر اشاعرہ نسخ کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:

''انه الخطاب الدال على ارتفاع الحكم الثابت بالخطاب المتقدم على وجه لولاه لكان ثابتا مع تراخيه عنه۔''(۴۳)

''یہ وہ خطاب ہے جو مقتدم خطاب سے ثابت کسی حکم کے ارتفاع پر دلالت کرے۔ اس بنیاد پر اگر یہ (بعد میں آنے والی نص) نہ ہوتی تو یہ حکم ثابت رہتا البتہ نص ثانی کا متاخر ہونا لازم ہے۔''

معتزلہ کے نزدیک نسخ کی تعریف اس طرح ہے:

'' هو الخطاب الدال على أن مثل الحكم الثابت بالمنسوخ غير ثابت فى المستقبل على وجه لولاه لكان ثابتا بالنص الأول۔''(۴۴)

''یہ وہ خطاب ہے جو منسوخ (نص) سے ثابت حکم کو مستقبل میں ثابت (برقرار) نہ رہنے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو پہلی نص سے ثابت حکم برقرار رہتا ہے۔''

مذکورہ تعریفات کا اگر غائر نظر سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حنفی اصولیین جن میں علامہ جصاصؒ، علامہ بزدوی اور علامہ سرخسیؒ سرفہرست ہیں بیان انتہائے مدت حکم کو نسخ قرار دیتے ہیں جبکہ متکلمین اصولیین جن میں قاضی ابوبکر الباقلانی، ابواسحاق شیرازی اور امام غزالی اہم ہیں نسخ سے 'رفع حکم' مراد لیتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، جمال الدین، لسان العرب، قم: نشر ادب الحوزہ، ۱۴۰۵ھ، ۶۱/۳

۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً ۵۔ ایضاً

۶۔ زمخشری، محمود بن عمر، اساس البلاغہ، بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، ۴۵۴

۷۔ سرخسی، محمد بن احمد، اصول سرخسی، تحقیق ابوالوفاء افغانی، لاہور: دار المعارف النعمانیہ، طبع اول، ۱۹۸۱ء، ۵۵/۲

۸۔ غزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، المستصفیٰ فی علوم الاصول، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۹۹۳ء، ۸۶

۹۔ بصری، ابوالحسن، محمد بن علی المعتزلی، المعتمد فی اصول الفقہ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۹۸۳ء، ۳۶۴/۱

۱۰۔ آمدی، علی بن أبوعلی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، مصر: دار الحدیث خلف الجامع الازہر، س۔ن، ۱۴۷/۳

۱۱۔ ھبۃ اللہ، ابوالقاسم، الناسخ والمنسوخ، مصر: شرکۃ مطبع مصطفیٰ البابی الحلوی، طبع اول، ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۵، ۵

۱۲۔ ابن جوزی، عبدالرحمٰن بغدادی، نواسخ القرآن، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س۔ن، ۲۵

۱۳۔ بزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، کنز الوصول الی معرفۃ الاصول، کراچی، میر محمد کتب خانہ، س۔ن، ۲۱۸

۱۴۔ بخاری، عبدالعزیز بن احمد، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البزدوی، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۹۹۷ء، ۲۳۲/۳، ۲۳۳

۱۵۔ رازی، محمد بن عمر، فخر الدین، المحصول فی علم اصول الفقہ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۸ء، ۵۲۶/۱

۱۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ۱۴۹/۳، ۱۵۰

۱۷۔ مصطفیٰ، زید ڈاکٹر، النسخ فی القرآن الکریم دراسۃ تشریعیۃ تاریخیۃ نقدیۃ، قاہرہ: دار الفکر العربی، طبع اول، ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء، ۶۷/۱

۱۸۔ البقرہ ۲:۱۰۶

۱۹۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشرعیۃ، بیروت، دار المعرفۃ، س۔ن، ۱۰۸/۳، ۱۰۹

۲۰۔ الموافقات، ۱۰۹/۳ ۲۱۔ الموافقات، ۱۰۹/۳-۱۰۱

۲۲۔ الموافقات، ۱۱۵/۳ ۲۳۔ الموافقات، ۱۱۵/۳

۲۴۔ الموافقات، ۱۱۵/۳ ۲۵۔ ایضاً، ۱۱۷/۳

۲۶۔ دھلوی، شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، لاہور: مطبع علمی، س۔ن، ۱۵، ۱۶

۲۷۔ ایضاً، خیر کثیر، مترجم: مولانا عبدالرحیم، کراچی: دار الاشاعت، طبع اول، ۱۴۱۲ھ، ۲۷۹

۲۸۔ النسخ فی القرآن الکریم، ۱/۳۷

۲۹۔ شافعی، محمد بن ادریس، الرسالہ، تحقیق وشرح، احمد محمد شاکر، بیروت: المکتبۃ العلمیۃ، س۔ن، ۱۲۲

۳۰۔ ایضا، ۱۰۹-۱۱۵

۳۱۔ الموافقات، ۳/۱۰۸

۳۲۔ النور ۲۴:۴

۳۳۔ النور ۲۴:۶-۹

۳۴۔ الرسالہ، ۱۴۸

۳۵۔ تفصیل دیکھیے، الرسالہ، ۱۱۳-۱۴۶؛ النسخ فی القرآن الکریم، ۴۷-۷۸

۳۶۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی، الفصول فی الاصول، دراسۃ وتحقیق ڈاکٹر عجیل، جاسم النشمی، کویت: وزارۃ الاوقاف الشؤن الاسلامیہ، طبع اول، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء، ۲/۱۹۷

۳۷۔ اصول بزدوی، ۲۱۸

۳۸۔ اصول السرخسی، ۲/۵۶

۳۹۔ المعتمد، ۱/۲۶۶، ۳۶۷

۴۰۔ زرکشی، محمد بن عبداللہ، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، بیروت، دارالفکر، ۱۹۸۸ء، ۲/۸۴۵

۴۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ۱/۴۶۳

۴۲۔ باجی، سلیمان بن خلف، ابوالولید، الاشارۃ فی اصول الفقہ، مکۃ المکرمۃ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، طبع دوم، ۳۸۱-۳۸۷

۴۳۔ شیرازی، ابراہیم بن علی، ابواسحاق، اللمع فی اصول الفقہ، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۹۸۵ء، ۵۵؛ المستصفی، ۸۶

۴۴۔ اللمع، ۵۵